فیصلہ شاہ صاحب
دہلوی نسبتِ توحید وجودی

فیصلہ

بابت مباحثہ مابین شاہ محمد رمضان قادری و مولوی نور محمد جوڑوی



از
سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ وتشریح
حضرت مولانا محمد مشتاق احمد انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ

دیباچہ
محمد سلیم اسمٰعیل چشتی

دارالاسلام

سلسلہ مجلس اشاعۃ العلوم نمبر (۲۰)

وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ

بعون عنایات رب ودود درین زمان سعادت اقتران این رسالہ مفید پر از اسرار معنوی

اعنی

فیصلہ شاہ صاحب دہلوی

حسب الحکم

عالیجناب معلی القاب صدر الصدور شیخ الاسلام والمسلمین

مولانا ومقتدانا مولوی حافظ محمد انوار اللہ صاحب قبلہ دامت برکاتہ

باہتمام

مولانا ابو الدرجات مولوی حافظ محمد ولی الدین صاحب مہتمم مجلس اشاعۃ العلوم

در مطبع [illegible] واقع [illegible] سنہ حیدرآباد دکن بزیور الطباع مزین

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ　　اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ

فیضانِ نورِ علم

امامِ اعظم علی الاطلاق مؤسس فقہ حنفی ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رحمۃ اللہ علیہ

اِمامُ المتکلمین مصحح عقائد المسلمین ابو منصور محمّد بن محمّد بن محمود ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ

غوثِ اعظم شیخ طریقت حضرت سیّد محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

امام ربانی مجدّدِ الفِ ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

برکۃ المصطفیٰ فی الھند شیخ محقق حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت اِمامِ اہل سُنّت شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

میرِ مجلس

نازِشِ ملتِ اِسلامیہ، محدثِ عصر، محقق عبقری، سماحۃ الشیخ

حضرت علامہ غلامِ رسول سعیدی حفظہ اللہ

دارُ العلوم نعیمیہ، کراچی

اعیانِ مشاورت

حضرت علامہ مفتی جمیل احمد نعیمی، علامہ سیّد شاہ حسین گردیزی، مولانا مفتی فضل احمد چشتی

پیر سائیں علامہ غلامِ رسول قاسمی، خلیل احمد رانا، محمّد سہیل احمد سیالوی، علامہ فریاد علی قادری

صاحب الارشاد	مؤسس و مدیر	ناظمۃ الامور
حضرت مفتی غلامِ حسن قادری	محمّد رضاء الحسن قادری	انعم شہزادی

ضابطہ و دستور

سلسلہ مطبوعات: 27 طبع: شعبان المعظم 1435ھ / جون 2014ء، قیمت: 20 روپے NET

پیش گفتار

یہ کتابچہ جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے، اگرچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی تحریر ہے۔ تاہم یہ آپ کی مُستقل تالیف ہے نہ کسی مُستقل تالیف کا حصّہ ——— بلکہ یہ آپ کا فیصلہ ہے جو ایک علمی نزاع کے سلسلے میں بطور حکم آپ نے تحریر فرمایا تھا۔ اِس علمی نزاع کا پسِ منظر کیا تھا؟ فریقین کون لوگ تھے؟ شاہ صاحب کے فیصلے کی اہمیت کیا ہے؟ ——— اِن سب اُمُور کے بارے میں مختصراً کچھ عرض کر دینا نامناسب نہ ہوگا۔

شاہ محمد رمضان مہمی، ہریانہ (جو پہلے مشرقی پنجاب کا ایک حصّہ تھا اور اب ایک صوبہ ہے) کی ایک معروف اور نہایت محترم شخصیت تھی۔ آپ ۱۷۶۸ء میں ضلع رہتک کے ایک قصبہ "مہم" میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ ان کا خاندان صدیوں سے اس علاقہ میں آباد تھا۔ ہریانہ ایک وسیع علاقہ کا نام ہے، جس میں رہتک، حصار، کرنال اور گڑگاؤں کے اضلاع شامل تھے۔ یہاں مختلف قومیں آباد ہیں، جن

میں اکثریت راجپوتوں کی ہے۔ اِن لوگوں کو حلقۂ اسلام میں لانے کے سلسلے میں اس خاندان نے بڑا کام کیا ہے۔ اور پھر ان میں سے بھی شاہ محمد رمضان کی خدمات سب سے نمایاں ہیں۔ اُن کے زمانہ میں ہریانہ کے مسلم راجپوتوں کی معاشرتی حالت اس حد تک بگڑ چکی تھی کہ ان میں اور ہندوؤں میں کوئی امتیاز ہی باقی نہ رہا تھا۔ حتیٰ کہ اُن کے نام تک ہندوؤں جیسے تھے۔ یہ افسوسناک حالت دیکھ کر شاہ محمد رمضان نے اُن کی اِصلاح کا بیڑہ اٹھایا۔ یہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ قدم قدم پر حوصلہ شکن مشکلات راستہ روک کر کھڑی ہو جاتیں لیکن شاہ محمد رمضان نے اہلِ عزیمت کی روایات کو زندہ کر دکھایا اور بڑی پامردی کے ساتھ اس تحریک کو جاری رکھا حتیٰ کہ اپنی جان بھی اس راہ میں قربان کر دی۔ ان کی انتھک کوششوں کے باعث لاکھوں بندگانِ خدا نے ہدایت پائی۔ آج تک آپ کو "ہادیِ ہریانہ" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ۱۸۲۴ء میں آپ اپنے چند رفقاء کے ساتھ حج کے لیے روانہ ہوئے۔ حسبِ معمول اس سفر کو بھی آپ نے تبلیغِ دین کا ذریعہ بنایا اور راستے میں ہر مقام پر لوگوں کو اپنے وعظ و تلقین سے مستفید کرتے گئے۔

آپ کو "مندسور" سے بحری جہاز پر سوار ہونا تھا۔ یہ صوبہ گجرات کا ایک چھوٹا سا ساحلی شہر تھا اور دیارِ حرم کو جانے والے جہازوں کی ایک بندرگاہ تھی۔ جہاز پر سوار ہونے سے پیشتر اس شہر میں کئی روز تک آپ کا قیام رہا۔ یہاں بھی حسبِ معمول آپ نے وعظ و تلقین کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کے مواعظِ حسنہ سے متاثر ہونے والوں میں چند بوہرے

بھی تھے ۔ اس بات پر بوہرہ جماعت میں بڑا اشتعال پیدا ہوا اور وہ لوگ آپ کے دشمن ہو گئے ۔ اس وقت تو آپ کی جہاز سے روانگی کے باعث کچھ نہ ہوا ۔ لیکن جب آپ حج کر کے واپس لوٹے اور مندسور میں فروکش ہوئے تو ان لوگوں نے ایک روز حملہ کر کے آپ کو اور آپ کے رفقاء کو شہید کر ڈالا ۔ یہ واقعہ ۱۸ ؍ جنوری ۱۸۲۵ء کا ہے ۔ شہادت کے وقت "ہادی ہریانہ" کی عمر ۵۷ برس تھی ۔

○

شاہ محمد رمضان کے معتقدین کا ایک مخصوص حلقہ بھی تھا ۔ یہ درویش صفت لوگ وہ تھے جو ہمہ وقت ان کے زیرِ تربیت رہتے اور تکمیل کے مدارج طے کرنے کے بعد ان کی اصلاحی و تبلیغی سرگرمیوں میں ان کے ممد و معاون بنتے تھے ۔ اسی حلقہ میں ایک صاحب تھے جن کا نام مولوی نور محمد تھا اور جو حسن عقیدت اور خدمت کے لحاظ سے پورے حلقہ میں ممتاز تھے ۔ لیکن حالات نے کچھ ایسی کروٹ لی کہ مولوی نور محمدؐ کے خیالات میں تبدیلی آگئی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ مخالفت نے عقیدت کی جگہ لے لی ۔

شاہ محمد رمضان ایک عالمِ دین ہونے کے ساتھ ساتھ صوفیِ باصفا بھی تھے ۔ وہ سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے اور وحدۃ الوجود کے قائل تھے ۔ یہی وہ مسئلہ تھا جس پر مولوی نور محمد کو شاہ صاحب کے ساتھ اختلاف پیدا ہوا ، جس نے آہستہ آہستہ شدت اختیار کر لی ۔ مولوی صاحب جس طرح عقیدت میں غلو کرتے تھے اسی طرح مخالفت

میں بھی انتہا پسند ثابت ہوتے۔ شاہ صاحب کی مخالفت میں وہ اس حد تک چلے گئے کہ ہر جگہ یہ کہنا شروع کر دیا کہ شاہ محمد رمضان کافر ہیں۔ اِن کے ہاتھ کا ذبیحہ حرام ہے، اِن کے پیچھے نماز جائز نہیں، اور اِن کے سلام کا جواب دینا خلافِ شرع ہے۔ ان کے ہدفِ تنقید صرف شاہ محمد رمضان ہی نہ تھے بلکہ وہ عطار، رومی، جامی اور ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہم جیسے اکابر کو بھی کافر کہتے تھے۔

شاہ محمد رمضان نے مولوی نور محمد کی اِفترا پردازیوں کا کوئی اثر نہ لیا لیکن ان کے معتقدین کا مشتعل ہونا ایک لازمی بات تھی۔ اِس صورتِ حال کی بنا پر جب امنِ عامہ کو خدشہ لاحق ہوا تو حکام نے اس معاملہ میں مداخلت ضروری سمجھی۔ اس قضیّۃ کا حل یہ سوچا گیا کہ فریقین کے درمیان مناظرہ کروایا جائے اور اس کے نتائج پر فیصلہ کا دار و مدار رکھا جائے۔ شاہ صاحب نے کہا کہ "وحدۃ الوجود" ایک دقیق علمی مسئلہ ہے جس کا عوام سے تعلق نہیں ہے لہذا میں اِسے موضوعِ بحث بنانا مناسب نہیں سمجھتا، تاہم اگر مولوی نور محمد صاحب اسی پر بضد ہیں تو میں ان کی تشفی کرنے کو تیار ہوں۔ مولوی صاحب کو بذاتِ خود تو اپنے "حریف" کا سامنا کرنے کی ہمت نہ ہوئی کہ علم و فضل کا تفاوت ہی بہت تھا، تاہم انہوں نے ایک اور صاحب مولوی محمد بخش سنامی کو اس کام کے لیے آمادہ کیا۔ اس مناظرہ کی ایک خصوصیت یہ بھی کہ اگرچہ جائے مناظرہ پر خلقت کا جمِ غفیر ہوتا تھا لیکن لوگوں کو یہ بحث سننے کا موقع نہ ملا، کیونکہ مناظرہ ایک خیمہ

کے اندر ہوا جہاں فریقین اور اُن کے ایک ایک ساتھی کے علاوہ اور کسی کو جانے کی اجازت نہ تھی، حتیٰ کہ مولوی نور محمد صاحب بھی اندر نہ جاتے تھے۔ یہ مناظرہ چالیس روز تک جاری رہا۔ بالآخر جب بحث کا اختتام ہوا تو مولوی محمد بخش نے باہر نکل کر اعلان کیا کہ شاہ محمد رمضان حق پر ہیں۔ اس پر مولوی نور محمد بہت سیخ پا ہوئے اور کہا مولوی محمد بخش بھی شاہ محمد رمضان سے مل گئے ہیں۔ شاہ صاحب نے کہا کہ مولوی نور محمد صاحب خود آ کر تسلی کر لیں۔ لیکن وہ بات چیت پر آمادہ نہ ہوئے۔ اب کے انہوں نے ایک اور صاحب کو اپنا ثالث مقرر کیا۔ یہ حافظ مصری کے نام سے معروف تھے۔ حافظ صاحب نے یہ کیا کہ خیمہ میں بیٹھ کر طرفین کے دعوے اور دلائل لکھ لیے اور ان کو شاہ عبدالعزیز رح دہلوی کی خدمت میں بھیج دیا کہ وہ اس پر اپنا فیصلہ دیں۔ شاہ عبدالعزیز نے حافظ مصری اور طرفین کو دہلی بلایا اور اُن کے موقف کو سن کر اپنا تحریری فیصلہ صادر فرمایا۔

یہ فیصلہ ۱۰ ستمبر ۱۸۳۰ء کو تحریر کیا گیا تھا۔ مولوی نور محمد صاحب نے عوام و خواص کے ایک اجلاس میں اپنے موقف کی غلطی کو تسلیم کیا اور اپنے عقائدِ فاسدہ سے دستبرداری کا اعلان کرتے ہوئے توبہ کی۔

اصولاً یہ داستان یہاں بخیر و خوبی اپنے انجام کو پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔ زیادہ دن نہ گزرے تھے

کہ اپنے عہد سے پھر گئے ۔ اور پہلے سے بھی زیادہ شدت کیساتھ انہوں نے وہی راگ الاپنا شروع کر دیا، اب کے انہوں نے اپنی تکفیر کی فہرست میں شاہ عبدُالعزیزؒ محدّث دہلوی کا نام بھی شامل کر لیا :-

"عقیدہ وحدۃ الوجود" ایک دقیق مسئلہ ہے، جو ہمیشہ دینی و علمی حلقوں میں موردِ بحث و نزاع رہا ہے۔ ان اکابرین نے بھی، جو اس کے قائل ہیں اس کو عام لوگوں کے سامنے بیان کرنے سے اجتناب ہی کیا ہے۔ تاہم جو معترضین بالخصوص دورِ حاضر کے "محققین" جن کی دادِ تحقیق عیسائی اور یہودی مستشرقین کے خیالات و نظریات کی ریزہ چینی سے آگے نہیں بڑھتی —— اس عقیدہ کے ڈانڈے ویدانت اور یونانی فلسفہ سے ملاتے ہیں، اور نوفلاطونیت وغیرہ کو تصوف کا منبع و ماخذ قرار دیتے ہیں۔ ان کے بالکل برعکس صوفیائے کرام نے ہر دور میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ ان کے عقیدہ و عمل کی بنیاد قرآن اور سُنّت پر ہے۔ اور کوئی طالبِ حق اتباعِ رسول کے بغیر کمال کو پا ہی نہیں سکتا، جیسا کہ حضرت خواجہ معینُ الدین چشتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

عروجِ جانِ معینی بر اوجِ او ادنیٰ   بجز متابعتِ مصطفیٰ نمی بینم

ان اولیاءِ کرام کی پاکیزہ زندگیاں اور ان کے ہاتھوں اشاعتِ اسلام کا جو عظیم کارنامہ انجام پایا ہے۔ تنہا یہی ان کے دعویٰ کی صداقت کی دلیل ہے۔ لیکن یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ بعض نے

"اہلِ شرع" نے ان قدسی صفات انسانوں کو بھی کافر اور زندیق قرار دیا اور واجب القتل ٹھہرایا۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ حضرات جن کے لیے ایسے موقعوں پر بالعموم "علماء ظاہر" کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے (جو محلِ نظر ہے) ہمیشہ اس عقیدے کی مخالفت میں متفق الرائے رہے ہیں۔ اور ان حلقوں سے اس کی حمایت اور تائید و تصدیق میں کبھی کوئی آواز بلند نہیں ہوئی۔ اپنی علمی تاریخ پر ایک نگاہ ڈالنے سے معلوم ہو جائے گا کہ اس کے قائلین میں بڑے بڑے نامور علماء شامل ہیں۔ انہی میں سے ایک نام شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا بھی ہے۔ شاہ صاحب کا خاندانی پس منظر اور خود ان کا علمی مقام اہلِ ذوق سے پوشیدہ نہیں ہے لہٰذا اس کے بارے میں کچھ کہنا تحصیلِ حاصل کے مترادف ہوگا۔ ان کا یہ فیصلہ اس لحاظ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ ایک عالم بے بدل نے، جسے ہر حلقہ اور ہر مکتبۂ فکر میں احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، مسندِ افتاء پر بیٹھ کر ایک مسئلہ کے بارے میں موافق و مخالف ہر دو[2] فریق کے دلائل سُنے اور عالمانہ بصیرت اور دقتِ نظر کے ساتھ ان کا جائزہ لے کر یہ فیصلہ صادر کیا ہے۔

یہ ایک وقتی فیصلہ نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت کی ہے۔ اس سے یہ غلط فہمی رفع ہو جانی چاہیے کہ طریقت، شریعت سے الگ یا اس کے مخالف کوئی شے ہے۔ اور یہ کہ اربابِ شریعت اہلِ حقیقت کے خلاف ہیں۔ اس فیصلے کے مطالعہ سے ایک

جو یلئے حق کے ذہن کو آسودگی ملتی ہے اور اس کے شکوک وشبہات وافی وشافی طور پر حل ہو جاتے ہیں۔ البتہ وہ لوگ جن کا فکری نہج وہی ہو جو مولوی نور محمد صاحب کا تھا (جن کے متعلق قارئین اوپر پڑھ چکے ہیں۔) تو ان کی بات اور ہے۔

یہ فیصلہ عربی زبان میں لکھا گیا تھا۔ مقامِ مسرت ہے کہ مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی رح نے بعض احباب کی فرمائش پر اسے اردو میں منتقل کر دیا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ جہاں ضروری سمجھا ان مقامات کی مختصر شرح بھی فرما دی ہے۔ جس سے ایک عام قاری کے لیے اس کی افادیت میں اضافہ ہوا ہے۔ یہ ترجمہ ایک مختصر کتابچے کی صورت میں قیامِ پاکستان سے پہلے شائع ہوا تھا اور اب نایاب تھا۔ ادارہ اب اسے دوبارہ اہلِ نظر کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ

محمد سلیم اسماعیل چشتی

شکریہ

یہ رسالہ ادارہ کو جناب میثم عباس رضوی صاحب (مدیر: مجلّہ "کلمۂ حق"، لاہور) کے ذخیرۂ کتب سے ملا ہے اور اُن کے جذبۂ حفاظت و اشاعتِ نوادر کی بدولت چھپ کر قارئین کے ہاتھ آیا ہے۔ اللہ عزوجل ان کے ذوق و وجدان کو سلامت رکھے!

فیصلۂ شاہ صاحب دہلوی

نسبتِ

توحیدِ وجودی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی لا الٰہ الا ھو وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلی آلہ وصحبہ واتباعہ المکرمین عندہ اما بعد عاجز مشتاق احمد حنفی چشتی انبٹھوی عرض کرتا ہے کہ عاجز کے بعض احباب نے راقم الحروف سے ارشاد فرمایا کہ بقیۃ السلف حجۃ الخلف شیخ مشائخنا حضرت مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلۂ وحدت الوجود کے ثبوت میں جو فیصلہ مابین قطب دوراں حضرت مولانا شاہ محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ اور مابین مولوی نور محمد جو بڑودی منکر توحید کے فرمایا ہے اور جس میں توحید وجودی کو ثابت کیا ہے

اُس کی شرح کی ضرورت ہے کیونکہ علاوہ مشکل ہونے کے وہ عربی زبان میں ہے اردو میں شرح ہو جائے گی تو معمولی استعداد والے بھی اسکو سمجھ سکینگے اور ایسے مستند فاضل کے فتوے سے فائدہ اُٹھا کر عقیدہ درست رکھینگے۔

فاقول وما باللہ التوفیق اصل قصہ یوں ہے کہ جب علاقہ سرحصار میں مولوی نور محمد نے قائلین توحید وجودی پر کفر کا فتویٰ دیا اور تحریر و تقریر کے ذریعے اولیائے سلف اہل توحید کی حد سے زیادہ توہین کرنی شروع کر دی تو حسبۃً للہ ۱۲۳۵ھ میں حضرت مولانا شاہ محمد رمضان قدس سرہ نے مولوی نور محمد منکر کو ہمراہ لیا اور دہلی پہونچکر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اس اختلاف کے متعلق اپنا سرپنچ اور حکم قرار دیا چنانچہ حضرت شاہ صاحب ممدوح نے طرفین کے خیالات معلوم فرما کر ایک فیصلہ تحریر فرمایا جس میں مولانا شاہ محمد رمضان قائل وحدت وجود کو عالم حقائق اور اس مسئلہ توحید وجودی کو صحیح تسلیم کیا اور مولوی نور محمد کے خیالات فاسدہ کی تردید کر کے انکار توحید وجودی سے اور بزرگان دین کو برا کہنے سے توبہ لی اور اس مشکل مسئلہ کو اچھی طرح سمجھا دیا اور تسلیم کرا دیا کہ یہ حق ہے اس فیصلہ کی عربی عبارت کو میں قولہ سے نقل کر کے اقول میں اسکی شرح لکھتا ہوں۔

قولہ قالوان اللہ سبحانہ واحد بسیط انبسط علی ہیاکل

الموجود است بمعیتہ الذاتیة ویمثل بالبحر وظھورہ فی صور الامواج المتکثرة مع انہ لیس ھناک الا حقیقة البحر فالیجاد عبارة عن ظھور الحقیقة المطلقة بالصور المختلفة المتعددة المشاھدة قال اللہ تعالیٰ اللہ نور السمٰوات والارض وھو الذی فی السماء إِلٰهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلٰهٌ وقال اللہ تعالیٰ أَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ وقال اللہ تعالیٰ جُعْتُ فَلَمْ تُطْعِمْنِي الحدیث۔

اقول مراد یہ ہے کہ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم نے یہ لکھا ہے کہ اللہ پاک اپنی ذات وصفات میں یکتا وحدہ لاشریک لہٗ ہے بسیط ہے۔ یعنی ترکیب اور اجزا سے پاک ہے موجودات میں اس کا ظہور ایسا ہے جیسا دریا کہ وہ ایک چیز ہے مگر بے تعداد موجوں میں دریا کا ظہور پایا جاتا ہے باوجود بے تعداد اور کثرت امواج کے دریا بدستور ایک ہی چیز ہے اس تعدد امواج سے دریا کے توحّد میں فرق نہیں آیا ہے اگر دریا میں موجیں بلا تعداد پیدا ہوں یا حباب یعنی بلبلے بکثرت آشکارا ہوں یا برف کے ٹکڑے ہزار ہا جم جائیں تو ہر چند موج یا حباب یا برف نام دوسرا ہے مگر فی الواقع وہی دریا اور دریا کا پانی ہے موجیں اور بلبلے اور برف کے ٹکڑے دریا میں پیدا ہوتے ہیں پھر اس میں مل جاتے اور فنا ہو جاتے ہیں۔ دریا کو امواج کے ساتھ معیت ذاتیہ ہے۔ بس اللہ کریم کا مخلوقات کو پیدا کرنا اپنی حقیقت مطلقہ کا

مختلف اور متعدد صورتوں میں ظاہر کرتا ہے اسی واسطے قرآن پاک میں فرمایا اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی اللہ آسمانوں اور تمام زمین کا نور ہے۔ نور وہ ہے کہ بذات خود ظاہر ہو ظہور اس کا مستقل ہو دوسری شئے کا محتاج نہو دیگر اشیاء اس کے سبب ظاہر ہوں اگر نور نہو تو وہ عدم کے ظلمات میں معدوم ہوں لہٰذا فی الواقع موجود بوجود حقیقی بجز واجب الوجود کے اور کوئی چیز نہیں وہی آسمان میں معبود ہے وہی زمین میں معبود ہے جیسا کہ اُس نے فرمایا وَهُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ دوسرے مقام پر اپنے کلام قدیم میں فرماتا ہے اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ یعنی جس طرف منہ پھیرو وہیں معبود برحق اور وجود مطلق موجود ہے حدیث قدسی میں یہانتک آشکارا بتلایا کہ جُعْتُ فَلَمْ تُطْعِمْنِیْ یعنی اے طالب نادان میں بھوکا تیرے سامنے آیا یعنی مظہر اتم انسان خلیفۃ الرحمٰن میں ظہور کیا مگر تو نے کھانا نہ دیا غرض معبود برحق ہی موجود حقیقی ہے اور تمام موجودات مخلوقات کا وجود انتزاعی اور اعتباری ہے مثلاً سیاہی سے نقوش اور حروف قسم قسم کے لکھے جاتے ہیں ان نقوش اور حروف کے نام جدا جدا بھی ہیں مگر غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حقیقت ان تمام نقوش اور حروف کی سیاہی ہی سیاہی ان کی غیر نہیں اور یہ سیاہی سے جدا نہیں کیا اچھا فرمایا کسی عارف نے۔

ہر نقش کہ بر تختۂ ہستی پیدا ست
آں صورت آنکس است کاں نقش آراست

دریائے کہن چو برزند موجے نو موجش خوانند در حقیقت دریاست

قوله وقال فی جامع الاصول فی آخر حرف الضاد فی الکتاب العاشر فی الصفات عن ابی هریرة رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقرأ هذه الایة ان الله یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اهلها الی قوله تعالی ان الله کان سمیعا بصیرا ورأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یضع ابهامه علی اذنه والتی تلیها علی عینیه اخرجه ابوداؤد وفیه اشعار بانه السمیع بالاذن والبصیر بالعین فی تجلیه الظلی فذوات الممکنات وصفاتهم وافعالهم عاریة وامانة وهو سبحانه یسمع بسمعه الذاتی ویبصر ببصره الذاتی فی مرتبة الالوهیة انتهی عن کتاب معیار الموحدین

اقول حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ جامع الاصول یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے سنا کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آیت قرآن شریف پڑھتے ہوئے ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الی اهلها واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ان الله نعما یعظکم به ان الله کان سمیعا بصیرا جب سمیعا بصیرا کے الفاظ پر پہنچے تو انگوٹھا شریف کان پر رکھ لیا اور انگشت شہادت حضور نے اپنی آنکھ مبارک پر رکھ لی اس پر شاہ صاحب

فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل سے اشارہ ہو گیا اس طرف کہ اللہ کریم اپنی تجلی ظلی میں کان سے سنتا ہے اور آنکھ سے دیکھتا ہے یعنی وہ خود کان اور آنکھ جسمانی سے پاک ہے مگر انسان جو مظہر رحمان ہے اور اس نے اس مظہر خاص میں تجلی فرمائی ہے اس مظہر کا سننا دیکھنا اسی کا سننا اور اسی کا دیکھنا ہے مثلاً جب حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار پر کنکریاں پھینکیں سب کی آنکھوں میں پڑیں اور وہ صحابہ کے مقابلہ سے بھاگ نکلے تو اس قصہ کی نسبت اللہ کریم قرآن پاک میں فرماتا ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی اے حبیب کفار پر جب آپ نے کنکریاں پھینکیں وہ آپ نے نہیں پھینکیں بلکہ فی الواقع اللہ یعنی ہم نے پھینکیں۔ پس ممکنات کی ذوات اور انکی صفات اور افعال مستعار اور امانت ہیں اصلی اور حقیقی وجود ذوات وصفات وافعال میں اسی کا ہے وہ اللہ پاک اپنی سمع ذاتی سے سنتا ہے اور اپنی ذاتی بینائی سے دیکھتا ہے وہ اپنے مرتبہ میں معبود برحق ہے کیا اچھا فرمایا کسی بزرگ نے۔

آفتابے در ہزاراں آبگینہ تافتہ
پس برنگ ہر یکے تابے عیاں انداختہ
اختلافے نیست لیکن رنگہائے مختلف
اختلافے درمیان این وآں انداختہ

قولہ۔ دیگر آیات ہم خواندہ شد چنانچہ سنریھم آیاتنا

فی الآفاق و فی انفسهم حتیٰ یتبین لهم انه الحق اولم یکف بربك انه علی کل شئ شهید الا انهم فی مریة من لقاء ربهم الا انه بکل شئ محیط ومارمیت اذ رمیت ولکن الله رمیٰ وان الذین یبایعونك انما یبایعون الله ید الله فوق ایدیهم۔

اقول: حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مولوی نور محمد منکر توحید کو دیگر آیات سے توحید وجودی کا ثبوت بتلایا گیا مثلاً یہ آیہ سنریهم آیاتنا فی الآفاق الخ یعنی اللہ کریم فرماتا ہے ہم دکھلائیں گے ان کو اپنی نشانیاں جہان میں اور خود ان کے اندر یہانتک کہ ان کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ حق ہے کیا تیرے رب کے واسطے یہ کافی نہیں ہے کہ وہ ہر شئے پر حاضر ہے یعنی کوئی شئے اس کے علم سے باہر نہیں خبردار وہ تو اپنے رب کی ملاقات میں شک رکھتے ہیں خبردار اللہ تو ہر شئے پر محیط ہے۔ واضح ہو کہ اللہ کریم کے احاطہ اشیاء کو علماء احاطہ علمی اور احاطہ قدرتی رکھتے ہیں کہ اللہ کریم اپنے علم اور قدرت سے تمام اشیاء ماسوی اللہ کو محیط ہے کوئی چیز اس کے علم سے اور اس کی قدرت سے باہر نہیں۔ مگر محققین صوفیہ کرام کی تحقیق میں یہ احاطہ ذاتی ہے کیونکہ احاطہ بالذات اُسے کہتے ہیں کہ جس میں محاط کے ہر جزو کو محیط کی ذات سے تعلق ہو اور یہاں اسی طرح ہی کم

تمام اشیاء کو یعنی تمام مخلوق کو خالق کی ذات سے تعلق ہے ورنہ استغنا لازم آجائے۔ یعنی اگر محاط (مخلوق) کے کسی جزو کو محیط (خالق) کے ساتھ تعلق نہ ہو تو لازم آئے کہ وہ محتاج اور ممکن نہ رہے۔ حالانکہ یقیناً ماسوی اللہ تمام مخلوقات و ممکنات خلق میں خالق کے محتاج ہیں۔ پس جب محاط کے کسی جزو کو ذات محیط سے استغنا نہیں بلکہ ہر جزو کو تعلق ہے تو محیط کا احاطۂ ذاتی ثابت ہے وہو المطلوب

ہاں یہ شبہ واقع ہوتا ہے کہ اگر احاطۂ ذاتی تسلیم کیا تو اس سے محیط کی تجزی لازم آئیگی کیونکہ محاط تمام مخلوقات ہے ہر ایک کے ساتھ احاطۂ ذاتی سے محیط ہیں اجزائے بے نہایت تسلیم کرنے پڑیں گے اور یہ ناجائز ہے۔

جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ جب محققین صوفیۂ کرام کے نزدیک وجود محاط (مخلوقات کا) وہمی اور اعتباری ہے حقیقی اور نفس الامری نہیں تو موجود اعتباری کو احاطہ کرنے سے تجزی لازم نہیں آئیگی دوسرا جواب یہ ہے کہ علماء کے نزدیک بھی اللہ کریم اپنے علم اور قدرت سے محیط ہے اور علم و قدرت اس کی صفات ہیں اور صفات باری تعالیٰ کسی کے نزدیک بھی اسکی ذات سے جدا نہیں خواہ ان کو عین ذات کہیں یا لاعین ولاغیر کہیں جب صفات ذات سے جدا نہیں تو صفات کا احاطہ کرنا ذات باری کا احاطہ کرنا ہے جب ذات ہی محیط ہے اور غیر کا وجود نہیں تو نتیجہ نکلا کہ واقعی

اور حقیقی وجود اللہ ہی کا ہے وہی ہر جگہ موجود ہے۔ دوسری موجودات جو محسوس بحس ظاہر ہیں اور محاط ہیں ان کا وجود وہمی اور غیر حقیقی ہے آیہ ومارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی کا بیان پہلے گذر چکا کہ اس میں اللہ کریم حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کنکریاں پھینکنے کو اپنا پھینکنا بتلاتا ہے اور یہ آیہ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ میں یوں فرماتا ہے کہ اے حبیب جو آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں یعنی آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دینا اللہ ہی کے ہاتھ میں ہاتھ دینا ہے وجہ ان سب کی یہی ہے کہ وجود مطلق تمام موجودات کو محیط باحاطۂ ذاتی ہے دریا اور حباب کا فرق ہے کہ نام تو حباب کا دوسرا ہے مگر حقیقت اسکی وہی دریا ہے فرمایا مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے۔

در کون ومکاں نیست عیاں جز یک نور ظاہر شدہ آں نور بانواع ظہور
حق نور وتنوع ظہورش عالم توحید ہمین است دگر وہم وغرور

قولہ ودیگر احادیث ولو انکم دلیتم بحبل علی الارض السفلی لھبط علی اللہ ایں ہمہ دلالت میکند بر اثبات وحدت وجود وحقیقت الحقائق کہ مصطلح صوفیۂ اہل حقائق است وایشاں اہل اللہ کامل در شرائع واکمل الایمان اند

اقول - اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نیچے کی زمین پر رسی لٹکاؤ تو وہ اللہ پر پڑیگی یعنی وہ ہر جگہ موجود ہے آسمان اور

زمین میں وجود حقیقی اس کے سوا اور کسی کا نہیں وہی وجود واحد ہے جس کے ظلال اور عکوس کا نام عالم ہے۔ عالم کہتے ہیں اُس چیز کو جس سے دوسری شے معلوم ہو پس عالم بوجہ ظل اور سایہ ہونے کے جس کا سایہ ہے اسپر دلالت کرتا ہے اور بوجہ عکس ہونے کے جس کا عکس ہے اس کی ذات بتلاتا ہے جیسے آفتاب کی روشنی ہر ذرہ کو ذرات عالم سے روشن بنا دیتی ہے اسی طرح وجود مطلق کے پرتو نے تمام موجودات کو وجود کا فیض پہنچایا ہے زمین آسمان حیوان، انسان، سب نے وجود مطلق کے پرتو سے وجود پایا مگر خود ان سب کا وجود اعتباری ہے اسی واسطے ان پر تغیرات گوناگوں واقع ہوتے ہیں وجود مطلق یعنی واجب الوجود ازل سے ابد تک ایک ہی حالت میں ہے کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَانٍ ہر روز اور ہر لحظہ اسی کے ظلال اور عکوس کا ظہور ہوتا ہے اور وہ اپنی وحدت صرفہ پر قائم ہے مثلاً آفتاب ہے کہ مختلف اجسام پر اور متعدد اشیاء پر اپنا نور ڈالتا ہے اور تمام اجسام منور بنور آفتاب ہو جاتے ہیں اور ہر جسم کے خواص جدا جدا ہیں مگر اس اختلاف مظاہر سے اسکی ذات میں تغیر نہیں آیا۔

این همه رنگہائے پر نیرنگ ؎ خم وحدت کند همه یک رنگ

قولہ۔ چنانچہ امام غزالی شیخ الاسلام در کیمیائے سعادت؟ وردہ و صاحب ملتقط در ملتقط هم نوشته اِعْلَمْ اِنَّ التَّوحید علی اربع

مراتب الاولیٰ ان یقول لا الٰہ الا اللہ باللسان وقلبہ غافل عنہ او منکر لہ کتوحید المنافق۔ والثانیۃ ان یصدق بمعنی اللفظ قلبہ کما یصدق بہ عموم المسلمین وھو اعتقادہ والثالثۃ۔ ان یشاھد ذٰلک بطریق الکشف بواسطۃ نور الحق وھو مقام المقربین وھو ان یری اشیاء کثیرۃ لکن یراھا صادرۃ من الواحدۃ والرابع ان لا یری فی الوجود الا واحدہ وھو مشاھدۃ الصدیقین۔

اقول۔ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ کیمیائے سعادت وملتقط تحریر فرماتے ہیں کہ توحید کے چار درجے ہیں پہلے درجے میں صرف زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں۔ اس میں تو منافق بھی شریک ہیں اس قسم کی زبانی توحید قابل التفات نہیں۔ دوسرا درجہ توحید کا وہ ہے کہ جس میں زبان سے اقرار کے سوا دل سے بھی توحید کی تصدیق اور اسپر یقین ہو شرع شریف میں اسپر اعتبار ہے اور عام اہل اسلام دل سے اسپر اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ وحدہ لا شریک لہ یکتا ہے۔ تیسرا درجہ توحید کا یہ ہے کہ اعتقاد کے علاوہ مکاشفہ سے بھی توحید کا مقام کھل گیا ہو اگرچہ ظاہر میں بہت اشیاء نظر آتے ہیں مگر سب میں نور حق کی سرایت نظر آتی ہے الوحدۃ فی الکثرۃ کا مضمون دکھائی دیتا ہے یہ مقام مقربین کا ہے چوتھا درجہ توحید کا جو اعلیٰ درجہ ہے وہ

یہ ہے کہ بجز ایک ذات کے جس کا وجود حقیقی ہے اور واجب الوجود ہے۔ دوسری اشیاء ماسوی اللہ کے وجود ہی نظر نہ آئیں کیونکہ وہ ظلال اور عکوس ہیں موجود بوجود حقیقی کے ہوتے عکسی اور ظلی وجود ایسے شخص کو جس کی بصر بصیرت حق بین ہو نظر میں نہیں آسکتا

قال العارف الربانی مولانا عبد الرحمٰن جامی۔

مجموعۂ کون را بقانون سبق — کردیم تصفح ورقاً بعد ورق
حقا کہ ندیدیم و نخواندیم درو — جز ذات حق و شیون ذاتیہ حق

اگر یہ شبہ پیدا ہو کہ تمام ممکنات کی موجود بوجود حسی ہونے پر عقلا اور علماء کا اجماع ہے تکلیف شرعی اسی پر مترتب ہے ثواب و عقاب حساب و کتاب۔ جنت و دوزخ یہ سب اسی وجود کے مسلم کرنے پر موقوف ہیں پس صوفیہ کس طرح اس کا انکار کرتے ہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ صوفیہ کرام موجودات اور ممکنات کے وجود حسی کے منکر نہیں ثواب و عقاب کے مترتب ہونے اور جنت یا دوزخ میں جانے پر بجان یقین رکھتے ہیں ہاں یہ کہتے ہیں کہ واجب الوجود کے سوا اور کوئی شئے نفس الامر میں موجود بوجود حقیقی نہیں کیونکہ کلام الٰہی میں فیصلہ فرما دیا گیا ہے کہ اللہ کریم کی ذات پاک کے سوا اور تمام اشیاء فی الواقع معدوم ہیں چنانچہ فرمایا کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ بیضاوی شریف میں ہے الا ذاتہ فان ما عداہ ممکن ھالک ہالک کی معنی کئے ہیں فی حد ذاتہ

مَعْدُوْمٌ یعنی ہر شئے نفس الامر میں معدوم ہے صرف اللہ کریم کی ذات پاک موجود بوجود حقیقی ہے۔ پس صوفیہ کرام موافق اس آیۃ کے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جیسے اللہ کریم اپنی ذات اور صفات میں یکتا اور وحدہ لاشریک لہ ہے ایسا ہی اپنے وجود میں وحدہٗ لاشریک لہ ہے کیونکہ اس کا وجود حقیقی اور نفس الامری ہے اسپر کبھی عدم نہیں آتا ماسوی اللہ اور تمام عالم کا وجود اس کے وجود کا عکس اور ظل ہے۔ قال مولانا جامی علیہ الرحمۃ۔

وضافی خود بزغم حاسد تا کے ترویج چنیں متاع کاسد تا کے

تو معدومی خیال ہستی از تو فاسد باشد خیال فاسد تا کے

اگر یہ شبہ پیدا ہو کہ صوفیہ کرام کے نزدیک وجود حقیقی اور نفس الامری یکتا ہے کوئی اس کا شریک نہیں مگر اس آیۃ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِكٌ اِلَّا وَجْھَهٗ سے حسب تصریح علماء معلوم ہوتا ہے کہ اشیاء کا وجود تھا وجود کے بعد عدم عارض ہوا پس یہ آیۃ توحید وجودی کی مثبت نہیں بلکہ منافی ہے۔

جواب۔ معنی ھالك کے یہ نہیں کہ موجود چیز معدوم ہو گئی بلکہ ھالك کے معنی جیسا کہ بیضاوی شریف سے نقل ہوا یہ ہیں کہ ابتداء ہی سے کسی چیز نے وجود حاصل نہیں کیا اور جو کچھ ماسوی اللہ کا وجود محسوس اور دکھائی دیتا ہے وہ وہمی اور اعتباری ہے مثلاً بہت اشیاء انسان کو خواب میں نظر آتی ہیں اور آثار تک مترتب

ہو جاتے ہیں مگر فی الواقع اور نفس الامر میں ان کا وجود نہیں ہوتا مثلاً شیشہ اور پانی میں درخت اور انسان وغیرہ دنیا کی چیزیں دیکھنے والا دیکھتا ہے مگر نفس الامر میں کچھ نہیں ہوتا۔ قال مولانا جامی ؒ

ہستی کہ بود ذات خداوند عزیز　　اشیا ہمہ در وے اند و وے در ہمہ چیز
اینست بیاں آنکہ عارف گوید　　باشد ہمہ چیز مندرج در ہمہ چیز

سوال۔ ہمنے تسلیم کیا کہ وجود حقیقی ایک ہی ہے اور وہی واجب الوجود ہے مگر بداہۃً جو تمام عالم اور بنی آدم اور حیوانات و نباتات وجمادات نظر آتے ہیں وہ سب نظر کے سامنے موجود ہیں کوئی عاقل ان کے وجود سے انکار نہیں کر سکتا ہے پس وحدت الوجود کے کیا معنی ہوئے

جواب۔ جو کچھ عالم میں نظر آرہا ہے یہ اُس وجود حقیقی ہی کے کمالات اور مظاہر ہیں پس ان مظاہر کثیرہ کا وجود اعتباری اس وجود حقیقی کی وحدت کے منافی نہیں اس مضمون کو حضرت شیخ مشائخنا قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ عرائب الفوائد میں اسطرح تحریر فرماتے ہیں۔

فائدہ۔ چوں وجود نزدیک محققان واحد است وما عدائے آں محض عدم است پس خیر و شر و ثواب و عقاب نعیم و جحیم معذِب ومعذَب کیست۔

جواب۔ من حیث الذات وحدۃ صرف است اما من حیث الاسماء والصفات تعدد و تکثر می نماید کہ در ظاہر بیان

اسماء تقابل و میان صفات تضاد است سلطنت اسم الہادی موجب ہدایت و ثمرات آں شد و سلطنت اسم المضل موجب ضلالت و ثمرات آں شد پس در حقیقت وجود واحد است۔ اما بنظر اعتبارات اسمائے متقابلات و حیثیات صفات متضادہ بصور مختلفہ و اشکال متعددہ نمودہ و ایں قادح نیست در طریقت وحدت صرف را پس مظاہر اسمائے جمالیہ با جمال و نعیم و خیر و ثواب مناسبت و ملازمت دارند و مظاہر اسمائے جلالیہ با جلال و عذاب و شر و جحیم مناسبت و ملازمت دارند و آنجا کہ ذات صرف است جمال و جلال ہر دو محو و مستہلک اند۔ خواجہ عطار فرماتے ہیں۔

غیر حق اندر جہاں نیست اے پسر — باز داں اسرار شو صاحب نظر

غیر حق اندر دو عالم تو مبیں — شک بسوزان وگذر کن از یقیں

غیر حق اندر دو عالم نیست کس — اندریں راہ است ایں ارشاد بس

گر تو بینی غیر حق اندر جہاں — باز مانی از جمال جاوداں

سوال - تمام موجودات اور ممکنات جب اسی وجود واجب الوجود کے مظاہر ہیں تو موجودات میں نیک و بد، پاک و ناپاک، خیر و شر دونوں ہی پائے جاتے ہیں کیا بد اور شر اور ناپاک کو واجب الوجود کا مظہر کہینگے؟

جواب - موجودات اور ممکنات میں بحیثیت مظہر واجب الوجود ہونے کے نقصان کسی قسم کا نہیں ہے مگر دوسری حیثیت سے

کہ ان کو عدم سے تعلق ہے کہ معدوم تھے اور معدوم ہو جائینگے ان میں نقصان پایا جاتا ہے۔ پس شر اور بد اور ناپاک ہونا عدم کے ساتھ نسبت ہونے سے پایا گیا ہے وجود کے مظہر ہونے سے نہیں پایا گیا کیونکہ وجود خیر محض ہے اس کے ہمراہ نسبت ہونے سے نقصان نہیں پایا جاسکتا۔ فرماتے ہیں مولانا جامی علیہ الرحمہ۔

ہر نعت کہ از قبیل خیر است وکمال　　باشد ز نعوت ذات پاک متعال
ہر وصف کہ در حساب شر است و وبال　　دارد بقصور قابلیات مآل

حضرت قطب الوقت خواجہ محمد معصوم سر حلقہ سلسلۂ عالیہ مجددیہ اپنے مکتوب اسمی خواجہ میر نعمان میں فرماتے ہیں "باید دانست کہ ہر چہ بآنجناب مقدس منسوب است ہمہ خیر وکمال است - خیر وکمال را آئینہ باید تا ظہور خیریت آں بآں شود و آئینہ نمی باشد الا در مقابل شئے و مقابل خیر وکمال شر ونقص است اذ بضدہا تتبین الاشیاء و ظاہر است کہ مرآت ہر چند در مرآئیت خود کامل بود ظہور صورت منعکسہ دراں اتم باشد ہر چند دید بشریت عارف بیشتر بود ظہور خیریت در وے زیادہ تر باشد۔ زیرا کہ ممکن فی نفسہ منشاء ہر شر ونقص است چہ ذات او عدم است۔ قال۔

اے بر وہ گماں کہ صاحب تحقیقی　　واندر صف صدق ویقیں صدیقی
ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد　　گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

سوال - وجود اصلی حقیقی اور وجود ظلی اعتباری میں کیا فرق ہے۔

جواب - کئی وجہ سے فرق ہے اوّل یہ کہ وجود اصلی حقیقی واجب الوجود ہے اور وجود ظلی اعتباری ممکن اور محتاج ہے۔ دوم - وجود اصلی قدیم ازلاً وابداً باقی ہے اور وجود ظلی حادث اور فانی اور زوال پذیر ہے۔ سوم یہ کہ وجود اصلی بیحد اور غیر متناہی ہے اور وجود ظلی محدود اور متناہی ہے۔ چہارم یہ کہ وجود اصلی کھانے پینے اچھنے سونے وغیرہ حاجات انسانی وحیوانی سے پاک ہے اور وجود ظلی ان تمام امور کا محتاج ہے۔ پنجم یہ کہ وجود اصلی بغیر کان کے سنتا ہے اور بے آنکھ کے دیکھتا ہے اور بغیر زبان کے متکلم ہے اور وجود ظلی ان اعضاء اور جوارح کے بغیر نہ سن سکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ بول سکتا ہے اسیطرح وجود اصلی شکل وصورت عوارض جسمانیہ وامکانیہ سے پاک ہے اور وجود ظلی کا ظہور انہی عوارض جسمانیہ اور اشکال میں ہے مغربی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

چو آدم را فرستادیم بیرون ۔۔۔ جمال خویش در صحرا نہادیم
جمال ما بہ ہیں زیں راز پنہاں ۔۔۔ کہ بر چشم تو آں پیدا نہادیم
اگر چشمت نباشد آنچناں داں ۔۔۔ کہ گوہر پیش نابینا نہادیم

سوال - اس تمام تحقیق سے یہ معلوم ہوگیا کہ وجود حقیقی اور ہستی مطلق وہی ذات یکتا وحدہ لاشریک لہ ہے اور تمام اشیاء کا وجود ظلی ہے کہ وجود حقیقی کے مظاہر اور ظلال ہیں لیکن اگر کوئی

یہ دریافت کرے کہ عالم کو خداوند جل وعلا کے ساتھ کیا نسبت ہے تو اس کا جواب کیا ہے۔

جواب۔ مابین وجود حقیقی اور عالم کے بالاتفاق خالق اور مخلوق کی نسبت ہے اللہ کریم خالق ہے اور ماسوائے اس کے تمام عالم اسکی مخلوق ہے مگر علمائے کرام اور صوفیہ عظام کے اس مضمون کے ادا کرنے اور بیان کرنے میں عنوان کا اختلاف ہے اور معنون ایک ہے حضرت شیخ المشائخ قطب العالم شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ غرائب الفوائد کے آخر میں اس سوال کا جواب مفصل دیا ہے اسی سے نقل کیا جاتا ہے فقال رضی اللہ عنہ نزدیک اہل شریعت عالم را با خداوند تعالیٰ ہمچو نسبت حروف وکلمات است با کاتب ونزدیک اہل حکمت ہمچو نسبت درخت است با تخم ونزدیک اہل وحدت ہمچوں نسبت حروف است با سیاہی ومعلوم است کہ حروف از سیاہی است بلکہ عین سیاہی است فاما حروف را سیاہی نہ گویند تا کہ اگر کسے گوید خطا گفتہ باشد کہ مقید ومشکل بصورت دیگر اند اما دیدن ودانستن آنکہ حروف بحقیقت عین سیاہی است درست باشد پس زبان کہ مملوک شرع است جز وقف شرع بر زبان نراند ودل کہ مملوک حق است آنچہ حقیقت است بیابد ودانست ونباید گفت وہرچہ دانستنی ودیدنی است گفتنی نیست تا کہ اگر گوید کفر ورزیدہ باشد کہ مفضی بافشار سر ربوبیت گردد وافشار سر

ربوبیت کفر است بستر وحدت است کہ سالک صفا یابد و در مقام فنا رسد خود را و کل کائنات را نہ بیند و جز حق در مشاہدۂ او نباشد تا اگر با خود باز آید و این سر آشکارا کند نزدیک ہمہ کفر بود اما در غلبۂ حال و سطوت نور شہود مغلوب گردد از خود در رود آنگاہ معذور بود ہرچہ گوید آنرا نہ گیرند خواجہ عطار نسر ماید

چوں زند دیوانۂ این شیوہ لاف | تو ز سر گوری مکن با او مصاف
تو زبان از شیوۂ او دور دار | عاشق دیوانہ را معذور دار
عاقلاں را شرع تکلیف آمدہ است | بے دلاں را عشق تشریف آمدہ است
لاجرم دیوانہ را گرچہ خطاست | ہرچہ می گوید بگستاخی رواست

فائدۂ جلیلہ

جمہور حضرات صوفیۂ کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وحدۃ الوجود کے اس وجہ سے قائل ہوئے ہیں کہ چشم باطنی اور نظر کشفی سے انکو یہی تحقیق ہوا ہے کہ وجود حقیقی ایک ہی ہے اور وہی واجب الوجود ہے۔ ماسوا اس کے جو کچھ دنیا میں ہے وہ اس کے ظلال و عکوس ہیں اور اس کشف وجود حقیقی کے واحد ہونے میں کسی بزرگ کو اولیاء اللہ میں سے خواہ کسی خاندان میں سے ہوں اختلاف نہیں چنانچہ قائلین وحدت شہود میں سے حضرت قطب الوقت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ فرزند و جانشین حضرت امام ربانی مجدد

الف ثانی رضی اللہ عنہ اپنے ایک مکتوب اسمی سید محمد نعمان میں
اول صوفیہ وجودیہ کی نسبت یہ تحریر فرماتے ہیں۔ "وطائفۂ دیگر کہ
اہل سلوک و ریاضت اند و بہ صفائی باطن بلکہ بمحض موہبت مخصوصیت
وجود و سائر کمالات را بحضرت واجب الوجود تعالیٰ فہمیدہ اند بلکہ
ہر کمال را عین او دانستہ و او را سبحانہ وجود مطلق تعین نمودہ اند
وصور کائنات ظہورات و تقیدات آں مطلق تصور فرمودہ و چوں
مقید عین مطلق است بتوحید وجودی و اتحاد ذاتی قائل گشتہ اند
وصفات و ذوات ممکنات را با صفات ذات واجب متحد میدانند
وفرق باطلاق و تقید می نمایند" اس کے بعد اپنے فریق قائل
توحید شہودی کی نسبت فرماتے ہیں" وفرقۂ دیگر بسابقۂ عنایت و
محض فضل در اختصاص وجود و سائر کمالات با طائفۂ ثانیہ شرکت
دارند۔ لیکن آنرا عین ذات نمی گویند و ذات را تعالیٰ ورائے اہل
اثبات می نمایند و محتاج ایں وجود نمیدانند و تحقیق آں بہ تفصیل
نمودہ اند و وجود و صفات ممکن را ظلال آں وجود و آں کمالات
می فرمایند کہ در مرأت عدم کہ بمنزلۂ ذات ممکن است منعکس گشتہ
نمود پیدا کردہ است الیٰ ان قال۔
پس فرقۂ ثالث با طائفۂ ثانیہ در قول بوحدت وجود شرکت
دارند لیکن آنہا باتحاد رفتہ اند و اینہا بہ وحدت وجود بطور ایشاں
بایں معنی است کہ وجود خاصہ حضرت سبحانہ است ممکن فی نفسہ از

از وجود تہی است عدمی است۔ کہ بسبب انعکاس کمالات نور دے پیدا کردہ است لیکن چوں بصنع خداوندی است جل سلطانہ از خلل محفوظ است و معاملہ ابدی بآں مربوط پس وحدۃ وجود باشد و ہیچ کدام بایک دیگر از ممکن بواجب تعالیٰ متحد نہ گردد انتہیٰ۔

الحاصل وجود ایک ہی ہے ماورا اس کے جو کچھ ہے وہ عدم ہے تمام ممکنات فی نفس الامر نظر کشفی اولیائے کرام میں اعدام ہیں مگر بوجہ کمال صنعت حضرت رب العزت یہ اعدام گویا شیشے ہیں جن میں آفتاب وجود حضرت رب معبود کا عکس نمایاں ہے جو شیشہ صاف اور پاک ہے اور سیدھا ہے عکس صحیح نظر آتا ہے اور اگر شیشہ میلا ہے یا ٹیڑھا ہے یا بالکل تاریک ہے اسی کے موافق عکس کا ظہور اس میں ہے اور اس عکس کا صحیح نظر آنا دو امر پر موقوف ہے۔ پہلے قلب کے تصفیہ پر کہ دل کو ماسوی اللہ سے تعلق نہ رہے اور طالب عاشق اللہ کے ذکر میں ایسا مصروف ہو کہ اپنے آپ کو بھول جائے دوام حضور حاصل ہو جائے۔ دوسرے نفس کا تزکیہ یعنی اخلاق رذیلہ اور عادات قبیحہ سے نفس پاک ہو جائے اور ترقی کر کے مقامات فنا و مراتب بقا کو طے کر لے اور یہ دونوں امر تصفیہ اور تزکیہ ریاضت شاقہ اور کامل مجاہدہ پر موقوف ہیں۔ فرمایا اللہ کریم نے وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا یعنی جو اشخاص ہمارے راستہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم اُن پر اپنے راستے

کھولدیتے ہیں ریاضت اور مجاہدہ و صورت مشاہدہ اور موجب نجات سرمدیہ اور باعث حصول حیات ابدیہ اُسی وقت ہوسکتا ہے کہ شرع شریف کے اتباع سے موافق کیا جائے اگر معاذ اللہ اتباع ظاہری و باطنی شرع شریف میں لاپرواہی ہے تو پھر دھوکا ہے۔ لہذا طالب خدا کو ریاضت موافق اتباع شریعت و طریقت اختیار کرکے کشود کار کا امید وار رہنا چاہیئے

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست ۔۔۔ باکریماں کارہا دشوار نیست

طالب کو ابتدا میں نام خدا کے لینے سے ذوق اور حلاوت دل میں پیدا ہونی شروع ہوتی ہے پھر اگر توفیق ایزدی رفیق حال اس کے ہے اور مرشد کامل کا سایہ سر پر اُس کے ہے تو ذوق کے بعد شوق اور شوق کے پیچھے محبت اور محبت کمال پر پہنچنے سے عشق کا درجہ حاصل ہوجاتا ہے عشق کی تعریف میں لکھا ہے ھونار یحرق ماسوی المحبوب۔ عشق ایک آگ ہے کہ مطلوب کے سوا اور تمام اشیار کو جلا دیتی ہے۔ اسی آگ کے شعلہ زن ہونے پر توحید کا مقام کھلتا ہے اور مطلوب ہی مطلوب نظر آتا ہے کیا اچھا فرمایا کسی بزرگ نے

سر بسر طاعت عبادت را بسوز ۔۔۔ آتش عشق از درون خود فروز

عشق آں شعلہ است کاں چوں برفروخت ۔۔۔ ہرچہ جز معشوق باشد پاک سوخت

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء المرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ وخواص امتہ اجمعین تمام